نویدِ منزل

ثاقب زیروی

نویدِ منزل

ثاقب زیروی

رحمۃ اللعالمینؐ کے نام

جن سے محبّت میرا سرمایہ حیات ہے

ثاقبؔ (زیروی)

ستے جواب دیا تھا سد

پلٹتے ہیں بالآخر وہ اک دن اپنے ہی ستم کی چکی میں
انجام یہی ہوتا آیا فرعونوں کا، ہامانوں کا

مگر میں نے جب بھی ان کے اس قومی سرمایہ کی اشاعت کے لئے کہا وہ طرح دے گئے حتیٰ کہ انہیں ۱۹۹۲ء کے اوائل میں "برین ہیمرج" کا عارضہ لاحق ہوا اور حضرت امام جماعت احمدیہ اور دردمندانِ جماعت کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے خالقِ دوجہاں نے کامیاب آپریشن کے بعد انہیں خارقِ عادت طور پر شفا بخشی جس کے بعد میں نے ایک بار پھر اپنی گزارش دوہرائی تو اس احساس کے تحت کہ یہ نئی زندگی انہیں صرف خدمتِ دین کے لئے عطا ہوئی ہے وہ کسی قدر مائل ہوئے مگر ان کی "ذاتی پبلسٹی" سے گریز کی جبلی صفت یا کمزوری قدم قدم پر آڑے آتی رہی اور مجھے ان سے "نوید منزل" کا مسودہ حاصل کرنے میں پورے چھ ماہ لگ گئے۔

زیرِ نظر "نوید منزل" تین حصوں پر مشتمل ہے:۔

اوّل:۔ وہ منظومات جو شاعر نے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۳ء تک جماعت احمدیہ پاکستان کے جلسہ سالانہ کی سٹیج سے پڑھیں اور جنہیں شیدائیانِ احمدیت نے محبت و رافت بھرے کانوں سے سُنا۔

دوم:۔ "قادیان دارالامان" "نصرتِ جہاں بیگم" اور "دہلی کے جلسہ اعلانِ مصلح موعود" کے عنوانات سے نظموں کے علاوہ شاعر کی نظم "میرا جواب" جو اس نے اپنے ایک شاعر دوست کے جامِ شراب پیش کرنے پر کہی تھی اور انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے مشاعرہ میں گورنر جنرل الحاج خواجہ ناظم الدین صاحب نے باصرار دو دفعہ سنی اور جو انجمن کی سالانہ رپورٹ میں شامل ہے۔

سوم:۔ وہ چند نظمیں جو خدام الاحمدیہ کے جلسوں اور اجتماعات میں پڑھی گئیں اور جن کا سلسلہ ۱۹۳۹ء سے شروع ہوا۔

قوم کی بدقسمتی کہ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۹۲ء تک کے بائیس سالوں میں ایک نئی نسل جوان ہو چکی ہے جسے جماعتِ احمدیہ کے عقائد کے بارے میں صرف غلط بتایا گیا ہے اور ہم اس کی تصحیح بھی نہیں کر سکتے کہ اس تصحیح پر ۲۹۸ سی کا اطلاق ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس حالِ گزار کا شاعر کس دردمندی سے ذکر کرتا ہے۔

رہگزاروں میں تو ہو سکتی ہے تردید مگر

رہرو دیکھتے منزل نہ بدلتے رہنما

١٦

[illegible] مدیت (ثاقب زیروی) ایسا صابر و شاکر انسان بھی کم دیکھنے میں آئیگا موصوف نے "لاہور" میں سولہ

[illegible] روزنامچہ شائع کیا جس میں جماعت احمدیہ کے ارکان کے خلاف برپا کئے جانیوالے فسادات کی تاریخوار

[illegible] تھی اور ان تاریخ کو ملک بھر میں کہاں کہاں اور کس کس رنگ میں ستم ڈھایا گیا ۔ حکمرانِ وقت نے برہم ہو کر

[illegible] ڈیفینس آف پاکستان رولز کے تحت دو مقدمات رجسٹر کرا دیئے جن کی سزا ۲۵ سال قید

[illegible] تھی ۔ مگر جب بھی اس مار دھاڑ اور قتل و غارت گری کا ذکر چھڑا وہ ہر دفعہ اپنا یہ شعر پڑھ

[illegible] دیئے جاتے رہے ۔

یہ بھی تو غنیمت ہے کہ ہر ظلم کی تکمیل

غیروں سے جو ہوتی تھی وہ یاروں سے ہوئی ہے

یہ فقید المثال قومی سرمایہ اب قوم کی خدمت میں پیش ہے ۔ اس میں کیا نہیں ہے "نغماتِ محبت جوانوں

[illegible] تربیت کا سامان اور آفات و مصائب کو مسکرا کر جھیلنے کی تلقین "

[illegible] تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے ۔ ملاحظہ ہو شاعر

[illegible] خوبصورتی سے ہر مصیبت میں مسکرانے کی تلقین کی ہے ۔

جب زخم لگیں تو چہروں پر پھولوں کا تبسم لہرائے

فرزانوں کا اتنا ظرف کہاں یہ حوصلہ ہے دیوانوں کا

مرزا خلیل احمد قمر

مرتب ۱۲/۲/۹۷

حسین یاد

آئی ہے یاد آج پھر اس حق پرست کی
جس نے حریمِ عرشِ بریں کو ہلا دیا

جس نے حیاتِ تازہ کے نغمے الاپ کر
مُردوں کو زندگی کا قرینہ سِکھا دیا

صدق و صفا کی شمعیں جلائیں کچھ اس طرح
نورِ محمدیؐ سے جہاں جگمگا دیا

ڈالی جو خاک پر کبھی مجلی ہوئی نگاہ
ہر ذرۂ حقیر کو سونا بنا دیا

اللہ رے اُس جریؑ کے عزائم کی آب و تاب
طوفاں ٹھہر گئے وہ اگر مسکرا دیا

بھر کر دلوں میں ذوقِ یقیں، ذوقِ حریّت
روندے ہوؤں کو عرش کا تارا بنا دیا

میں اس حسین یاد کو دل میں بساؤں گا
اک لازوال نقشِ محبّت بناؤں گا

لہ حضرت مسیح موعودؑ

جاں نثارِ دینِ احمدؐ

○

یہ تمہیدِ عقیدت بھی ہے تشبیبِ صداقت بھی
ترے ہر عزم کو حاصل تھی تائیدِ مشیت بھی

کہاں قسمت میں یہ معراجِ توفیق و سعادت بھی
کہ تبلیغِ ہدایت بھی ہے تجدیدِ ہدایت بھی

فقط عزم و عمل سے فطرتوں کے رُخ پلٹ دینا
یہ ایماں کی حرارت بھی ہے ایماں کی کرامت بھی

حضرت مسیح موعود

تجھی پر ناز ہے کس جاں نثارِ دینِ احمدؐ کی
ترے آگے تو سرنگوں ہے کج کلاہوں کی رعونت بھی

یہ کس کا نام آیا غیرتِ توحید کے لب پر
زمانہ گوش بر آواز بھی ہے محوِ حیرت بھی

ترے نعروں سے بے دینی کے ایواں ہی نہیں لرزے
اُڑی ہے بے طرح دینی ریاکاروں کی رنگت بھی

یقیناً تھے وہ قسمت کے دھنی تقدیر کے یاور
رہی جن کو میسّر تیری صحبت بھی سیادت بھی

خدا کی رحمتیں تجھ پر کہ تجھ سے نوعِ انساں کو
ملی ایماں کی دولت بھی، بصیرت بھی شجاعت بھی

اِلتجائے غمِ دیرپا

○

رازِ بقائے زندگی کیا ہے مجھے بتا بھی دے
جینے کا ولولہ بھی دے جینے کا حوصلا بھی دے

عرصۂ روزگار میں اُلجھا ہوا ہوں ذات سے
اے میرے ہادیٔ ازل مجھکو مرا پتا بھی دے

ہوش بھی ایک امتحاں دار بھی ایک امتحاں
کب تک مگر یہ سلسلہ جلوۂ رُخ دکھا بھی دے

محفلِ ہست و بُود ہے کس کے لئے سجی ہوئی
محفلِ ہست و بُود کا سرِّ نہاں بتا بھی دے

کاسۂ شوق لے کے تُو آیا ہے انکے رُوبرو
آنکھ سے التجا بھی کر دل سے انہیں صدا بھی دے

بخشش و عفو کا چمن جس سے بہار خیز ہو
مجھ سے گناہ گار کو ایسی کوئی سزا بھی دے

محفلِ کائنات سے ٹوٹے کبھی حلقۂ جمود
بربطِ صبح و شام کو نغمۂ دل کشا بھی دے

قائم رہے تمام عمر دردِ وفا کا سلسلہ
ثاقبِ خستہ حال کو وہ غمِ دیرپا بھی دے

سوئی ہوئی ہے زندگی کھوئی ہوئی ہے زندگی
خواب زدہ حیات کو خوابوں سے تو جگا بھی دے

ظلمتِ غم میں تابہ کے کوئی رہے یوں مبتلا
تاروں بھری حیات کا رستہ کبھی دکھا بھی دے

......میرے سر پہ ہے یہ گناہ بھی

یہ بجا کہ راستہ پُر خطر ہے ستم کی رات سیاہ بھی
مگر اہلِ دل کو ہو فکر کیوں کہ جنوں ہے مشعلِ راہ بھی

مجھے ناز اُن کی ہی چاہ پر، وہی جن کی ایک نگاہ پر
یہ متاعِ دیدہ و دل تو کیا ہے نثار عزت و جاہ بھی

یہ عجیب طرح کا دور ہے کہ جہاں کا رنگ ہی اور ہے
یہاں اعتبارِ ثواب کیا نہیں اعتبارِ گناہ بھی

چلیں نفرتوں کی وہ آندھیاں کہ چراغ پیار کے بجھ گئے
نہ دکھائی دے کوئی روشنی نہ سجھائی دے کوئی راہ بھی

وہی آسماں ہے وہی زمیں پہ سکوں کا نام و نشاں نہیں
کہاں جا کے سر کو چھپائیے نہیں کوئی جائے پناہ بھی

جو گزر گئی ہیں قیامتیں نہ کہیں گے اُن کی حکایتیں
کوئی کر لے ظلم کی انتہا نہ کریں گے ہم کوئی آہ بھی

جو لگے تھے زخم وہ سہہ لئے جو ملے تھے اشک وہ پی لئے
درِ شکوہ سارے ہی بند ہیں نہ سنو گے دل کی کراہ بھی

انہیں اعتبارِ وفا نہیں ہمیں اعتبارِ ستم تو ہے
ہے انہی کے لطف کا آئینہ یہ ہمارا حالِ تباہ بھی

میں ہوں خرقہ پوش تو کیا ہوا مرا دل ہے صورتِ آئینہ
جو حریفِ تاج و سریر ہے مرے سر پہ ہے وہ کُلاہ بھی

میں فدائے دینِ ہُدیٰ بھی ہوں درِ مصطفیٰ کا گدا بھی ہوں
مری فردِ جرم میں درج ہو مرے سر پہ ہے یہ گناہ بھی

ترے پاس ثاقبِ بے نوا ہیں یہ سب خدا کی امانتیں
اُسی در پہ جا کے جھکا تو یہ جبیں بھی، دل بھی، نگاہ بھی

دسمبر ۱۹۷۴ء

ہنس کے گزار دی

○

وہ جو گرد سی تھی جمی ہوئی وہ جبیں سے ہم نے اتار دی
شبِ غم اگرچہ طویل تھی شبِ غم بھی ہنس کے گزار دی

تیری عظمتوں کا جواب کیا تیری رحمتوں کا حساب کیا
اُنہیں جنّتوں کی نوید دی جنہیں شانِ صبر و قرار دی

بھلا کیوں بقائے دوام کو نہ ہو ناز اُن کے وجود پر
وہ جنہوں نے جاں سی عزیز شے بھی ترے حبیبؐ پہ وار دی

کبھی یُوں بھی لیتے ہیں امتحاں کہ لُٹاؤ دولت جسم و جاں
کبھی یوں بھی کرتے ہیں وہ کرم طلب ایک شے کی ہزار دی

نہ بُجھا سکیں انہیں آندھیاں جو چراغ ہم نے جلائے تھے
کبھی لَو ذرا سی جو کم ہوئی تو لہو سے ہم نے اُبھار دی

میرے زخم جس میں نہاں رہے مرا درد جس میں چھپا رہا
میرے چارہ گر تیرا شکریہ وہ قبا بھی تُو نے اتار دی

نہیں کوئی اب سرِ رہگذر چلے آئیں راہرو بے خطر
جو شبِ ستم تھی دھواں دھواں وہ لہو سے ہم نے نکھار دی

ذرا دیکھ ثاقبؔ بے نوا یہ اسی نگاہ کا فیض ہے
تیری روسیاہی تو دُھل گئی تیری عاقبت تو سنوار دی

ہے تری عطا ہے ترا کرم کہ تری نظر میں ہیں محترم
دیا تُو نے ضبط کا حوصلہ ہمیں تُو نے غم کی سہار دی

وہی ٹھہرے موردِ کُفر بھی جنہیں دین جاں سے عزیز تھا
وہی خار ان کے کھٹک رہے ہیں جنہوں نے فصلِ بہار دی

اے قادیاں دارالاماں!

اے قادیاں دارالاماں اُونچا رہے تیرا نشاں

عرفان و حکمت کی مچلتی آبشاروں کے وطن

اخلاق اور ایمان کی روشن بہاروں کے وطن

اے مصطفیٰؐ کے دیں کے سچے جاں نثاروں کے وطن

تیری شجاعت کے ترانے گا رہا ہے آسماں

اے قادیاں دارالاماں اونچا رہے تیرا نشاں

تیرا ہر اک پیغام ہے معمور نورِ زندگی

تیری فضاؤں سے برستا ہے سرورِ زندگی

ظلمت کے ماروں کے لئے ہے مثلِ طورِ زندگی

تیرا ہر اک جلوہ ہے پیغامِ بہارِ جاوداں

اے قادیاں دارالاماں اونچا رہے تیرا نشاں

ہر اک زباں پہ آج ہے بیتاب افسانہ ترا

ہے مرجع اقوامِ عالم آج میخانہ ترا

فرزانگی پہ چھا گیا اُٹھا جو دیوانہ ترا

ہر دوڑ میں، ہر راہ میں آگے ہے تیرا نوجواں

اے قادیاں دارالاماں اُونچا رہے تیرا نشاں

پھر چہرۂ اسلام پر نورانیت سی آگئی
حق کھِل اٹھا اس شان سے باطل کی کلی مُرجھاگئی
ہر قول پر ہر فعل پر یزدانیت سی چھاگئی

مختصر تُو نے بدل ڈالے ہیں انداز جہاں!

اے قادیاں دارالاماں اونچا رہے تیرا نشاں

دشمن تِری روحانیت کی تاب لاسکتا نہیں
اس شمعِ نورانی کو پھونکوں سے بُجھاسکتا نہیں
باطل پر اتنے ٹھاٹھ سے اب کوئی چھا سکتا نہیں

تُو ہے جس کے نُور سے حیران ہیں تاریکیاں

اے قادیاں دارالاماں اُونچا رہے تیرا نشاں

فردوس کو تیری بہاروں میں بسایا جائے گا
چنگاریوں کو دے کے لَو شعلے بنایا جائے گا
اقصائے عالم میں ترا ہی گیت گایا جائے گا

وہ دن نہیں ہیں دُور کچھ از فضلِ ربّ دوجہاں

اے قادیاں دارالاماں اُونچا رہے تیرا نشاں

منزل نہ بدلتے رہنا

○

مے کی مانند ہر اِک جام میں ڈھلتے رہنا
ہم نے سیکھا نہیں ایمان بدلتے رہنا

ٹھوکریں کھا کے بھر گام سنبھلتے رہنا
دوستو! تم کو قسم ہے یونہی چلتے رہنا

خدمتِ دیں کی لگن کیسے مٹا سکتے ہیں
شمع سے سیکھا ہے جن لوگوں نے جلتے رہنا

غم نہ کرنا جو ہیں راہوں میں اندھیروں کے ہجوم
سرخرو ہو کے اندھیروں سے نکلتے رہنا

خود بخود دے گی صدا تم کو کناروں کی ہوا
دل میں موجوں کی تڑپ لے کے مچلتے رہنا

گلشنِ دینِ محمدؐ کے مہکتے پھولو!
لاکھ ہوں جورِ خزاں پھولتے پھلتے رہنا

اور بھی آئیں گے اس راہ میں کچھ سخت مقام
عزم کی شمع لئے سینوں میں جلتے رہنا

موت اِک شعلۂ بے رنگ سے تعبیر ہوئی
زندگی کیا ہے فقط آگ میں جلتے رہنا

لذّتِ سوزِ جگر دولتِ بیدار بھی ہے
صورتِ شمعِ سرِ بزم پگھلتے رہنا

راہگذاروں میں تو ہو سکتی ہے ترمیم مگر
رہرو دیکھنا منزل نہ بدلتے رہنا

ایک موتی کی طرح بطنِ صدف میں ثاقب
ہم نے سیکھا ہے حوادث میں بھی پلتے رہنا

○

۲۷ و ۲۸ ستمبر
۱۹۵۴ء

مرحلۂ رسن و دار

سامنا ہم نے کیا الحاد کی یلغار کا
دِل پہ ہر گھاؤ سہا ہے وقت کی تلوار کا

کُفر کی آندھی چلی اُٹھیں گھٹائیں شرک کی
ہم عَلم لے کے پھرے اسلام کے انوار کا

ہر قدم پر اک قیامت ہر روش محشر بدوش
زیرِ لب تھا نام لیکن احمدؐ مختار کا

وقت شاہد ہے کہ ہم نے عجزِ کامل کے طفیل
زور توڑا دشمنانِ دین کے پندار کا

اہلِ دُنیا کا تعصّب ساری دنیا کے شکوک
کیا یہی انعام ہے حق کے علمبردار کا

نفرت و تحقیر کے کانٹے ہماری راہ میں
یہ صلہ تھا داعیانِ موسمِ گُلبار کا

مرحلہ در مرحلہ جرم و سزا کے مخمصے
ہر قدم پر مرحلہ درپیش رسن و دار کا

ہم نے دل کی روشنی دی ایک تیرے نام پر
ہم نے منہ پھیرا جہاں کے ہر اندھیرے غار کا

ہم لٹے، برسوں لٹے، لٹتے رہے ہر دور میں
تھا سہارا ہم کو لیکن اک ترے انوار کا

جنگلوں میں ہم نے روشن کر دیئے تیرے چراغ
دشت کو تحفہ دیا ہم نے ترے کردار کا

کیا کہیں، کس سے کہیں کیسے کہیں شرحِ ستم
کوئی پیرایہ نظر آتا نہیں اظہار کا

سنگباری کا یہ عالم، نطق تک مجروح ہے
راستے مسدود ہیں اور دم نہیں گفتار کا

وقت کی رفتار نے مجبور کر کے رکھ دیا
جبر کس کس سے کہیں اس وقت کی رفتار کا

ہم ہیں عادل ۔ اور ہیں مضروبِ تیغِ عدل کے
کون تخمینہ لگائے ظلم کے معیار کا

آخرش کہنا ہے آتنا نیر فیضِ خاص سے
تا یہ کے خوں ریز خنجر قاتلِ خونخوار کا

"شور کس کا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا"

...... نذرانۂ جاں بھی

○
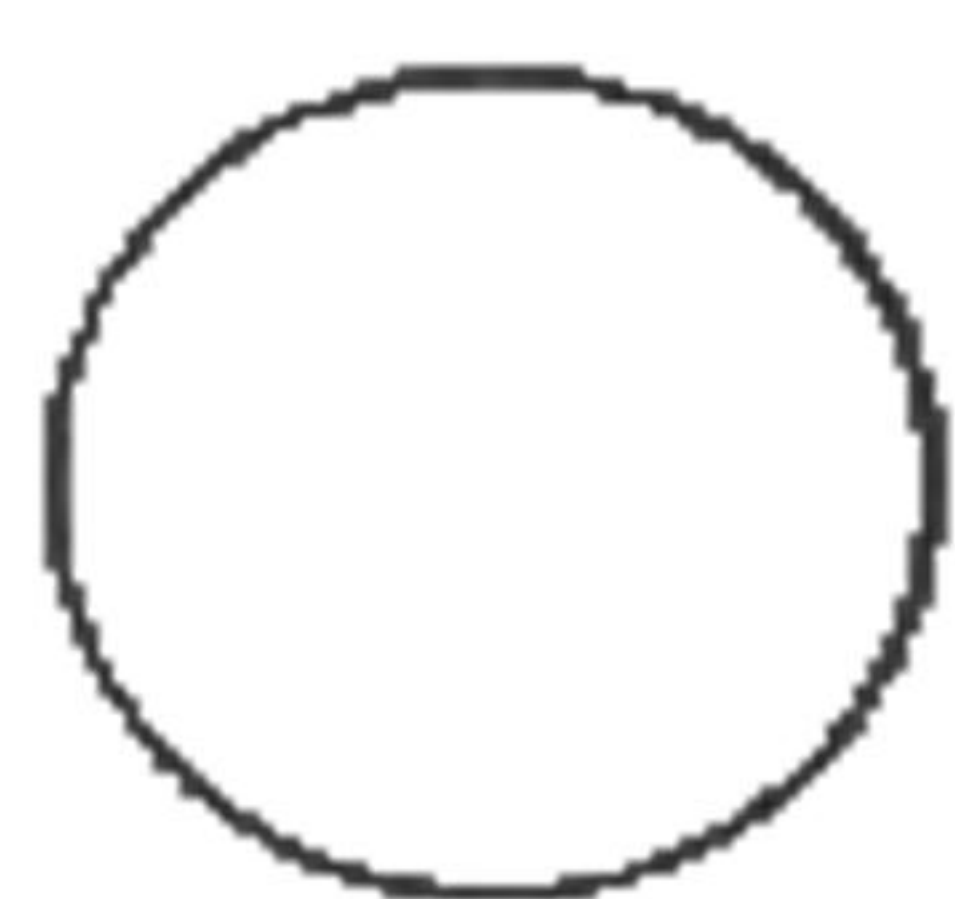
ہر سمت ہے گو ظلم و تعصّب کا دھؤاں بھی
منزل بھی نگاہوں میں ہے منزل کے نشاں بھی

ہم وارثِ دیں، وارثِ شمشیر و سناں بھی
پھولوں کی مہک میں کبھی شعلوں کی زباں بھی

ناموسِ محمدؐ پہ کبھی وقت جو آیا
ہم پیش کریں گے اُسے نذرانۂ جاں بھی

ہم وہ ہیں کہ دشمن کو بھی دیں دل سے دعائیں
جو آئے مٹانے اُسے دیں امن واماں بھی

افریقہ کے صحرا میں کیا ہم نے اجالا
یورپ کے کلیساؤں میں دی ہم نے اذاں بھی

الحاد کو للکارا سرِ محفلِ اِلحاد
تثلیث کے چہرے کو کیا ہم نے عیاں بھی

توحید کے متوالوں پہ تکفیر کے فتوے
واعظ کا ہے کیا خوب یہ اندازِ بیاں بھی

کرتے ہیں بہاروں پہ وہ تنقید مسلسل
چہروں پہ لئے پھرتے ہیں جو رنگِ خزاں بھی

اس راز سے واقف نہیں نفرت کے پجاری
دنیا میں ہے اِک چیز محبت کی زباں بھی

اُٹھی ہے کچھ اس ڈھنگ سے وہ چشمِ کرم آج
میخوار بھی سیراب ہوئے تشنہ وہاں بھی

مظلوم کی آہوں سے لرز جاتا ہے سورج
طوفان اُٹھا دیتا ہے اِک اشکِ رواں بھی

ہو جائیں گے معلوم زمانے کو حقائق
چھٹ جائے گا اِک روز تعصّب کا دھواں بھی

اے دیکھنے والو ہمیں نفرت سے نہ دیکھو
ہیں خاک نشیں باعثِ تزئینِ جہاں بھی

ہم انکے ہیں جو اُن کا ہو وہ مٹ نہیں سکتا
ہو درپئے آزار اگر سارا جہاں بھی

پچھتائیں گے کل اپنے ہر اک جَور پہ ثاقبؔ
دیتے نہیں جو آج ہمیں اذنِ فغاں بھی

نوید منزل

انہی کی رہ میں بچھایا کرتے ہیں خار اکثر زمانے والے
جو لوگ ہیں تپتے ریگزاروں میں لالہ و گل کھلانے والے

وہ جن کو کوثر عطا ہوا ہے ہم انکی نظروں سے پی رہے ہیں
ہماری قسمت پہ رشک کرتے ہیں پینے والے پلانے والے

ہماری تو جان بھی وہی ہیں ہمارا ایمان بھی وہی ہیں
وہ اور ہوں گے درِ محمدؐ پہ جا کے پھر لوٹ آنے والے

قدم شہادت گہ محبت میں ہم نے رکھا ہے مسکرا کر
ہمارے سینے کھلے ہوئے ہیں کہاں ہیں تیر آزمانے والے

ہے بات کل کی وہ دورِ خونیں کہ لمحہ لمحہ تھا آزمائش
ہر ایک جانب سے پل پڑے تھے ہماری ہستی مٹانے والے

بفضلِ ایزد ہمارے صبر و ثبات کی تو چٹاں وہیں ہے
ہیں آج لیکن کہاں ہمیں کاسۂ گدائی تھمانے والے

کہیں ہیں جور و جفا کی باتیں کہیں ہیں مکر و ریا کی گھاتیں
نقاب ڈالے ہوئے ہیں رخ پہ وفا کی باتیں بنانے والے

اتر ہی جائیں گے اک نہ اک دن یہ نفرتوں کے سیاہ بادل
گزر ہی جائیں گے خوں کے دریا سے جان پر کھیل جانے والے

ہمارے ہونٹوں کی مسکراہٹ نہ چھن سکی ہے نہ چھن سکے گی
کہ ہم ہیں بے نور محفلوں میں وفا کی شمعیں جلانے والے

ہمیں خبر ہے ہمارے مسلک کی کہکشاں ضَو فشاں رہے گی
نظر نہ آئیں گے آسماں پر چمک یہ جھوٹی دکھانے والے

دکھائی دینے لگے ہیں آثار غلبۂ دینِ مصطفیٰؐ کے
تمام دنیا کے قصرِ ظلمت ہیں نور سے جگمگانے والے

ہمارے ہاتھوں میں مشعلیں ہیں وقارِ دینِ محمدیؐ کی
ہمیں تو ہیں آج گمرہوں کو نویدِ منزل سنانے والے

جہان بھر میں کہاں ہیں دنیا پہ دین کی فوقیت کے داعی
کہاں ہیں ثاقبؔ جفاؤں سے مسکرا کے آنکھیں ملانے والے

انجام

○

فرصت ہے کسے جو سوچ سکے پسِ منظر ان افسانوں کا
کیوں خوابِ طرب سب خواب ہوئے کیوں خون ہوا ارمانوں کا

تاریخ کے سینے میں اب تک ہیں دفن وہ سارے ہنگامے
انسان کے ہاتھوں دنیا میں کیا حال ہوا انسانوں کا

طاقت کے نشے میں چُور تھے جو توفیقِ نظر جن کو نہ ملی
مفہوم نہ سمجھے وہ ناداں قدرت کے لکھے فرمانوں کا

پستے ہیں بالآخر وہ اِک دن اپنے ہی ستم کی چکّی میں
انجام یہی ہوتا آیا فرعونوں کا ہامانوں کا

کم مایہ ہیں پر قدرت نے ہمیں احساس کی دولت بخشی ہے
ہر آنکھ سے آنسو پونچھیں گے دُکھ بانٹیں گے سب انسانوں کا

جب زخم لگیں تو چہروں پر پھولوں کا تبسّم لہرائے
فرزانوں کا اتنا ظرف کہاں یہ حوصلہ ہے دیوانوں کا

اے صبر و رضا کے متوالو اُٹھّو تو سہی دیکھو تو سہی
طوفانوں کے مالک نے آخر رُخ پھیر دیا طوفانوں کا

جھنکار پہ سونے چاندی کی ہوتا ہے ضمیروں کا سودا
اس دورِ خرابی میں یارو خطرہ ہے بہت ایمانوں کا

اب آئے جو یار کی محفل میں جاں رکھ کے ہتھیلی پر آئے
اس راہ پہ ہر سُو پہرہ ہے کم فہموں کا ، نادانوں کا

ہم دینِ ہدیٰ کے پرچم کو اونچا ہی اڑاتے جائیں گے
جو طوفانوں کے پالے ہوں کیا خوف انہیں طوفانوں کا

آندھی کی طرح جو اُٹھّے تھے اب گرد کی صورت بیٹھے ہیں
ہے میری نگاہوں میں ثاقبؔ انجام بلند ایوانوں کا

◎

عزمِ نو

ہجومِ غم سے شبِ خونفشاں سے گزریں گے
کھلیں گے پھول وہاں ہم جہاں سے گزریں گے

اٹھائے پرچمِ دینِ محمدؐ عربی
ہم ایک دن حدِ کون و مکاں سے گزریں گے

مسیحِ وقت کے فرزند کی قیادت میں
بہ عزمِ نو رہِ آہ و فغاں سے گزریں گے

فرازِ دار سے کس نے ہمیں پکارا ہے
ہم آرہے ہیں کہو ہم وہاں سے گزریں گے

صلیبِ وقت نہ مصلوب کرسکے گی ہمیں
ہر آزمائش و ہر امتحاں سے گزریں گے

رہیں گے تیروں کی بوچھاڑ میں بھی خندہ بلب
مثالِ برق دلِ دشمناں سے گزریں گے

کھلائے رکھیں گے گلشن لہو سے زخموں کا
ہم اس فریبِ بہار و خزاں سے گزریں گے

لگائے بیٹھے ہیں پہرے جو وادئ گُل پر
سکوتِ گُل پہ بھی انکو گماں سے گزریں گے

قدم قدم پہ اُجالوں کی بارشیں ہوں گی
جلائے مشعلِ جاں ہم جہاں سے گزریں گے

جو ہم پہ سنگِ ملامت اٹھائے پھرتے ہیں
کبھی تو وہ بھی کسی امتحاں سے گزریں گے

خدا کسی کو نہ مانیں گے ہم خدا کے سوا
ستم کی راہ سے بھی شادماں سے گزریں گے

ہے سدِّ راہ زمانہ تو کیا ہوا ثاقبؔ
بفیضِ عشق ہر اک ہفتخواں سے گزریں گے

راہِ وفا

روشن ہیں جو سینوں میں عزائم کے شرارے
بڑھتے ہی چلے جائیں گے ہر گام طرارے

بڑھتے ہی چلے جائیں گے ہم رنگِ صبا ہم
ہر گام ہے تائیدِ خُدا ساتھ ہمارے

کیا ہم کو ڈراتے ہو زمانے کی ہوا سے
اُڑتے ہوئے دیکھے ہیں بہت ہم نے شرارے

وہ خادمِ اسلام نہیں دشمنِ دیں ہے
جو دل میں اَنی جہل و تعصّب کی اتارے

معلوم نہیں اُس کو کہ یہ طنز کے نشتر
مہمیز لگاتے ہیں ارادوں کو ہمارے

لب بستہ و خاموش ہیں غنچوں کی طرح ہم
اَشکوں کی طرح بکھرے ہیں گو خواب ہمارے

تو اسکی ہی رکھتے ہیں نہاں خانۂ دل میں
جو چاند تھا اور جس کے تھے اصحاب ستارے

ہے ہم کو یقیں غلبۂ دیں ہو کے رہے گا
طوفان سے ہی اُبھریں گے اِک روز کنارے

جب تازہ کوئی زخم ملا راہِ وفا میں
ہم جھک گئے سجدے میں وہیں شکر کے مارے

روشن کئے ہم مشعلِ جاں جلتے رہے ہیں
ظلمات کی یلغار سے ہمت نہیں ہارے

صد شکر کہ تو نے ہمیں توفیق عطا کی
صدقے ترے اسلام کے جانوں سے اتارے

اب دور نہیں منزلِ امید ہماری
دیتے ہیں خبر صبح کے بجھتے ہوئے تارے

ثاقبؔ انہیں تو دیتے رہو سوزِ یقیں سے
بن جائیں گے اِک روز یہی اشک شرارے

قرطبہ کی شام

وہی حسین مناظر جمیل نقش و نگار
وہی سکوت میں ڈوبے ہوئے حسین مینار

طلسمِ ہوشربا گنبدوں کے سینوں میں
وہی خموش فضاؤں میں گرمیِ گفتار

عروسِ شام کا منظر اسی طرح عریاں
وہی فلک پہ رواں سرخ بدلیوں کی قطار

سنا رہے ہیں فسانے گئے زمانوں کے
ردائے کہنہ میں لپٹے ہوئے در و دیوار

یہیں سے پھوٹے تھے سوتے کبھی تمدن کے
یہیں سے پھیلے تھے دنیا میں علم کے انوار

کنارِ آب یہاں کشتیاں جلائی تھیں
بنامِ حق و صداقت اٹھے تھے کچھ جیدار

عجیب شان سے اترے تھے سرفروش یہاں
عدو سے رک نہ سکی انکی جراءت یلغار

محیط صدیوں پہ وہ دورِ حکمرانی رہا
فسانے جسکے لبِ دہر پر ہیں اب بھی ہزار

پھر ایسا وقت بھی آیا کہ مٹ گئے وہ نقوش
نہ ساز باقی رہا اور نہ ساز کی جھنکار

سیاہ رات ہوئی خیمہ زن چراغ بجھے
خزاں نصیب ہوئی لٹ گئی چمن کی بہار

مگر پھر آج وہاں ضَو بکھرتی دیکھتا ہوں
جہاں کل اُڑتا تھا ہر سمت ظُلمتوں کا غُبار

دِلوں میں کِھلنے لگے آج پھر گُلِ توحید
شکستہ سازوں سے آنے لگی ہے پھر جھنکار

کِرن اُمید کی آئی نظر اندھیروں میں
تو جاں بہ لب تھے مِلے اُنکو زیست کے آثار

یہ ذوق و شوقِ نمُو لی گُلوں نے انگڑائی
اُتر رہا ہے پھر اُندلس میں کاروانِ بہار

نویدِ امن بنے گی یہ طرحِ نَو ثاقبؔ
بڑھے گا اس سے زمانے میں دینِ حق کا وقار

نویدِ بہار

طلیطلہ سے یہ خوشکن نوید آئی ہے
کہ روحِ عظمتِ اسلام مسکرائی ہے

خبر یہ ہے کہ فضاؤں کا زنگ چھوٹ گیا
سپین کا متعفن جمود ٹوٹ گیا

ہر ایک نقشِ تعصب دلوں سے صاف ہوا
بنامِ حق دلِ تثلیث میں شگاف ہوا

سپین جرأتِ طارق کی یادگار حسیں
سپین ملتِ بیضا کی جرأتوں کا امیں

جہاں پہ کفر کو توحید نے للکارا تھا
جہاں پہ پرچمِ اسلام ہم نے گاڑا تھا

جہاں ہیں قرطبہ ایسے نشاں وہی اسپین
جہاں پہ غازی رہے حکمراں وہی اسپین

نگاہیں ہم نے جہاں موت سے ملائی تھیں
کنارِ بحر جہاں کشتیاں جلائی تھیں

طلوعِ مہرِ صداقت ہوا زوال کے بعد
فضا میں گونجی اذاں اِک ہزار سال کے بعد

مسرتیں چمک اٹھیں غم و ملال کے بعد
طلوعِ مہرِ صداقت ہوا زوال کے بعد

خدا کے گھر کی بنا رکھی ناصرِ دیں نے
جمالِ عظمتِ اسلام و روحِ تمکیں نے

دلوں میں عشقِ محمدؐ کی لَو اتار گیا
مسیحِؑ وقت کا فرزند پالا مار گیا

جو سجدہ ریز ہوئے داعیانِ صدق و صفا
ملائکہ نے کہا ۔ لا الٰہ الا اللہ

طلیطلہ میں جو گونجے درود اور سلام
ہر ایک قلب سے پھوٹے مسرتوں کے پیام

کھلا یہ راز یہ شاہوں کے بس کا روگ نہیں
یہ معرکے ہوا کرتے ہیں طے بہ صدق و یقیں

خلوص و مہر کے ساتھ عجز و انکسار کیساتھ
ہم اب کے فتح کریں گے دلوں کو پیار کیساتھ

خدا کے دین کا عرفان لے کے آئے ہیں
ہم اپنے ہاتھوں میں قرآن لے کے آئے ہیں

کہاں وہ تمکنتِ شاہانہ عزّ و جاہ میں ہے
جو ایک مردِ خدا دوست کی نگاہ میں ہے

ہر ایک سُو یہاں قرآں کی روشنی ہو گی
بہار اب کے جو آئی ہے دائمی ہو گی

وقت آنے دو

رعنائیاں ہر سُو بکھریں گی گیسوئے سحر لہرانے دو
پُر نور سویرا پھوٹے گا یہ ظلمتِ شب ڈھل جانے دو

تم اپنی وفا پر دیوانو بھولے سے بھی حرف نہ آنے دو
جو تم کو برائی دیتے ہیں تم ان کو پیار خزانے دو

ہم جور و جفا کے خوگر ہیں بدلیں گے نہ اپنی خوئے وفا
ہم پیار کی شمعیں جلائیں گے نفرت کو زور دکھانے دو

تزئینِ گلستاں کریں گے پھر خونِ دل و جاں سے اپنے
پھیلے ہم آبلہ پاؤں کو کانٹوں کی پیاس بجھانے دو

یہ سچّے عشق کی باتیں ہیں خوش بختی کی معراج ہے یہ
وہ لُطفِ مجسّم جب بھی کہے اب جانوں کے نذرانے دو

جذبات کا خوں کرنے کرنے اِک عمر گزاری ہے ہم نے
خاموش نگاہوں کو اب تو اس دل کا حال سنانے دو

ناموسِ دیں کا تحفّظ بھی اس دور میں ایک خطا ٹھہری
یہ قاضیٔ شہر کا فتویٰ ہے اس جُرم کے بھی حرجانے دو

دِل خوفِ خدا سے خالی ہیں ہوتی ہے تجارت مذہب کی
مذہب کے اجارہ داروں کو آئینہ ذرا دکھلانے دو

اِک موج بہا لے جائے گی سب ریت پہ لکھّی تحریریں
اُس مالک کے ہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں وقت آنے دو

ہر شخص پُکارے گا اِک دن ہر لب پہ یہی نعرہ ہو گا
ماحول کے چہرے سے ثاقبؔ بادل تو ذرا چھٹ جانے دو

" یا صدق محمدؐ عربی ہے یا احمدؔ ہندی کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصّے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو "

ہم دیوانے

○

دیوانے بھلا کب رُکتے ہیں رستے میں کھڑی دیواروں سے
ہم ہنستے کھیلتے گزریں گے طوفانوں سے منجدھاروں سے

صحراؤں کے تپتے سینوں پر ہیں ثبت ہمارے نقشِ قدم
گلزار بنا کر کھیلتے ہیں ہم جلتے ہوئے انگاروں سے

آنکھوں میں چھلکتے رہتے ہیں تسلیم و رضا کے میخانے
خود بڑھ کے گلے مل لیتے ہیں ہم چلتی ہوئی تلواروں سے

اُٹھے ہیں جو منزل کی جانب بڑھتے ہی چلے جائیں گے قدم
مرعُوب نہ ہوں گے دل والے حالات کی ان یلغاروں سے

بیمارِ تمدّن کو ہم نے بخشی ہے نئی اِک تاب و تواں
دنیا نے محبت کرنا بھی سیکھا تو ہے غم کے ماروں سے

صدیوں کے پرانے خوابوں کو ہم نے زندہ تعبیریں دیں
خوابیدہ فضائیں جاگ اُٹھیں اُبھری جو اذاں میناروں سے

افلاک پہ روحِ ناصرِ دیں جھوم اٹھی فرطِ مسرت سے
جب آئی نویدِ فتح و ظفر اسپین کے لالہ زاروں سے

دل تو ہے وہ نازک آئینہ جو بارِ سخن بھی سہہ نہ سکے
فرمائیں نہ بس تکلیفِ کرم کہہ دے یہ کوئی غمخواروں سے

جس در کے گداؤں کے آگے فغفورِ زمانہ جھکتے ہوں
اُس در کے گدا کو کیا لینا اِس دنیا کے درباروں سے

ثاقبؔ یہ کرم بھی کیا کم ہے ناصرؔ جو لیا طاہرؔ بخشا
ورنہ دیوانے مر جاتے سر ٹکرا کر دیواروں سے

○

تعبیرِ خواب

○

تاریکیٔ شب سے پھوٹ بہیں یوں خوابِ سحر کی تعبیریں
ظلمت کا ازالہ کرنے کو ہر سمت سے لپکیں تنویریں

خوشبوئے تبسّم چھین سکی نہ موت بھی جن کے ہونٹوں سے
اُن دیوانوں کو تکتی ہیں حیرت سے ستم کی زنجیریں

ہر جبر پہ خندہ پیشانی، ہر جور پہ کیفِ روحانی
گرتی ہیں خدا کے بندوں پر پھولوں کی طرح سے شمشیریں

مرعوب نہ ہوں گے دل اِن سے سب اپنی دیکھی بھالی ہیں
یہ زہر میں ڈوبی تحریریں ، انگارے اُگلتی تقریریں

ہم راہِ وفا کے راہی ہیں دیں کے بے خوف سپاہی ہیں
ہیں دل میں شہادت کے ارماں رقصاں ہیں لہو میں تکبیریں

اس طرح ہوئی دردانہ طے تسلیم و رضا کی ایک صدی
ہم ہنستے رہے تقدیروں پر اور ہم پہ ہنسا کیں تقدیریں

کب ظلم کی آندھی روک سکی رستہ بے باک اُجالوں کا
گرتی ہی رہی ہے برقِ تپاں اُٹھتی ہی رہی ہیں تعمیریں

آئے تو تھے خالی دامن دل اٹھے تو لیئے سو میخانے
بس ایک نگاہِ ساقی نے بدلی یوں دِلوں کی تقدیریں

جو اُن کی نظر میں لے آئیں جو ان کے کرم کا موجب ہوں
اُن با برکت تحقیروں پر سو جان سے قرباں توقیریں

اے دشمنِ دیں اُس مالک کے ہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں
کیوں تجھ کو دکھائی دے نہ سکیں دیوار پہ لکھّی تحریریں

جو کل تھا منظر آج نہیں جو آج ہے کل دُھندلائے گا
دیکھی ہیں بہت ثاقبؔ ہم نے یہ رنگ برنگی تصویریں

بارگاہِ خاتم النبیینؐ میں

زمزمہ تیرے تقدّس کا سنایا ہم نے
اِک گراں خواب سے دُنیا کو جگایا ہم نے

تیرے قرآں کو سینے سے لگایا ہم نے
دیدہ و دل میں عجب نُور بسایا ہم نے

پرچمِ دین کی عظمت کو بڑھایا ہم نے
کُفر و الحاد کے ایواں کو ہلایا ہم نے

گردشِ وقت کی آنکھوں سے ملا کر آنکھیں
بزمِ تثلیث میں کہرام مچایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال کے طعنے سُن کر
صبر و ایمان کا عالم بھی دکھایا ہم نے

حق کا اظہار کیا حق کی حمایت کی ہے
"کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے"

ہم نے للکارا ہے یوروپ کے کلیساؤں کو
دامنِ شرک کے پُرزوں کو اُڑایا ہم نے

رہگزاروں میں ترے دیں کے مبشّر ہم ہیں
مرغزاروں میں ترا نغمہ سنایا ہم نے

کس نے تاریکیٔ حالات کا توڑا پندار
کس نے راہوں کو اُجالوں سے سجایا ہم نے

کس نے بجھتی ہوئیں شمعوں کو ضیائیں دی ہیں؟
کس نے ذہنوں کے چراغوں کو جلایا ہم نے؟

دِل پہ انسان کے دنیا میں جہاں تک پہنچے
نقشِ اخلاقِ مقدّس کا بٹھایا ہم نے

یہ ترا ہی تو کرم ہے اے رسولِ عربیؐ
فیضِ بے پایاں جو ہر راہ میں پایا ہم نے

"ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے"

پیرایۂ اظہار

یوں اپنی مشیّت پہ گراں بار رہے ہیں
ہم خود سے بھی برگشتہ و بیزار رہے ہیں

چُوما ہے ہمیں چاند ستاروں کی ضیاء نے
ہم خاکِ رہِ احمدؐ مختار رہے ہیں

لے چل کسی تِنکے کی طرح سُوئے مدینہ
اے مَوجِ ہوا ہم بھی سُبکبار رہے ہیں

اُن لوگوں کی توقیر ہے بازارِ وفا میں
جاں بیچ کے جو تیرے خریدار رہے ہیں

یہ اشک ہیں تقدیسِ عقیدت کی علامت
یہ اشک بھی پیرایۂ اظہار رہے ہیں

دیکھا ہی نہیں فقر و غنا نے کبھی مُڑ کر
ہر سمت زر و سیم کے انبار رہے ہیں

چُھو کر تیرے قدموں کو یہ ناچیز سے ذرّے
دنیا کے لئے مطلعِ انوار رہے ہیں

اِک جُنبشِ خامہ سے جگا دے انہیں ثاقبؔ
وہ ہاتھ جو اسلام کی تلوار رہے ہیں

سرِ عرش راز و نیاز ہو

○

کوئی ایسا جام بھی ساقیا جو سراپا سوز و گداز ہو
سرِ طور اُن سے ہو گفتگو سرِ عرش راز و نیاز ہو

مَیں تیرے کرم کا مجاز ہُوں یہی بخششوں کا جواز ہو
مِرے دامنِ دِلِ مضطرب کو نصیب خاکِ حجازؔ ہو

یہ حضورؐ پاک کی روشنی کہ فضا کا نور ہے زاہدو
اسی نُور سے جو وضو کرو تو ادا دِلوں کی نماز ہو

تیری چشمِ لطف عطا کرے وہ ستارہ گیر جبارِ تیں
کہ جمالِ طور کی راہ میں نہ نشیب ہو نہ فراز ہو

تیرا لطفِ خاص ہو بے کراں تیرا عفو سب پہ ہو ضو فشاں
میری آرزو ہے یہ سلسلہ تیری رحمتوں کا دراز ہو

یہی آرزو، یہی التجا، یہی ہر گھڑی ہے مری دعا
مری کائناتِ حیات میں تیرا عشق و درد و گداز ہو

تیرے دستِ فیضِ دوام سے جو طلب کیا ہے سو مل گیا
کوئی مجھ سا طالبِ عفو ہو کوئی تجھ سا بندہ نواز ہو

تیرے دل میں ثاقبِ خستہ جاں نہ ہو ظلمتوں کا کہیں نشاں
تیری آرزو کی بساط پر جو وہ حُسن جلوہ طراز ہو

فریاد

○

اَلم گزیدہ ہیں دامانِ دل دریدہ ہیں
ترِے حضور میں آئے ہیں غم رسیدہ ہیں

دِلوں کی بات زبانوں پہ آ نہیں سکتی
مثالِ مَوجِ ہوا رنگِ رُخ پریدہ ہیں

مَیں اپنی دیکھتی آنکھوں کو کیسے دھوکا دوں
چمن کے پُھول تو افسردہ خوں چکیدہ ہیں

متاعِ کوچہ و بازار ، دل ہے جن کیلئے
جہاں میں آج وہی لوگ برگزیدہ ہیں

نہ تیرا خوف دلوں میں ، نہ احترام ترا
ہیں بے لگام زبانیں دہن دریدہ ہیں

ترے کلام کی خدمت بھی ناروا ٹھہری
مزاجِ اہلِ زمانہ سے آبدیدہ ہیں

نگاہِ لطف بہ کُن حالِ ما مپُرس زِ ما
کہیں تو کیسے کہیں ہم زباں بریدہ ہیں

جو ربط خاص ہے تجھ سے کسی کو کیا معلوم
عدو سمجھتا ہے ہم آہِ نارسیدہ ہیں

جُھکا سکی نہ ہمیں کوئی جبر کی آندھی
تِرا کرم ہے کہ اب تک بھی سرکشیدہ ہیں

فلک پہ کاہکشاں ' تیرے حُسن کا پرتَو
یہ حرف و صوتِ جہاں سب تِرا قصیدہ ہیں

تُو لُطفِ خاص سے اپنے نواز دے آقا
جہاں کے لُطف و کرم سے بہت کبیدہ ہیں

زمانہ کچھ بھی کہے ہم اُنہی کے ہیں ثاقِب
خدا کے بعد جو ہر شے سے برگزیدہ ہیں

ہمارا چاند قرآں ہے

خدائے لم یزل کا ہم پہ یہ اِک خاص احساں ہے
ہمارا پرچمِ اخلاق اُس کا دینِ فرقاں ہے

وہی جلوہ جسے فاران کی چوٹی نے دیکھا تھا
اُسی کے دَم سے اس دل میں چراغاں تھا چراغاں ہے

دیا تھا ہم نے جو پیغامِ حق تاریک راہوں کو
وہی پیغامِ حق ہر ایک ذرّے میں درخشاں ہے

بکھیرے ہیں مشعلِ اسلام لے کر دشت و صحرا میں
جہاں پہنچے قدم اپنے وہ عالم نور افشاں ہے

ہمارے مُنہ جو آئے گا ہمیشہ مُنہ کی کھائے گا
ہمارے پاس قرآں ہے ہمارے ساتھ یزداں ہے

خبر بھی ہے ترے پیہم بکھوکوں پر بھی اے ناداں
ہمارا دل نہایت مُطمئن ہے چہرہ خنداں ہے

ارے او کم نظر تحریف کا الزام اور ہم پر
حفاظت اُس کے قرآں کی ہمارا جزوِ ایماں ہے

ہمارے واسطے آیات میں تنویر کے دھارے
"قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے"

مُرادوں کے گہر سے دامنِ دل آج بھر لیں گے
کرم فرمائے گنہگاروں کے سر پہ ابرِ نیساں ہے

خدا کی راہ میں مِٹ کر ملے گی زندگی ثاقبؔ
جو اُس کے در کا ہو جائے وہی دراصل انساں ہے

نُصرت جہاں بیگم

معیّن وقت پر خالق نے پھر سازِ حسیں چھیڑا
محبّت اور اخوّت کے ہوئے نغمات سے پیدا

چَھٹے ظُلمت کے بادل، مہرِ حق بالائے بام آیا
زمیں والوں کو پھر سے نور و رحمت کا پیام آیا

ندا آئی جہاں میں پھر ہمارا پہلواںؓ آئے
جہاں والوں کو جو اسلام کے آداب سکھلائے

مٹائے جا کے ہر گُل کاریٔ شرک و توہّم کو
بدل دے زہر خنداں سے جو تثلیثی تبسّم کو

جہاں کو خوابِ غفلت سے جگانا کام ہو جس کا
ہر اک شے کو مِٹا کر پھر بنانا کام ہو جس کا

چُناؤ میں محمدؐ کا جواں سب سے پسند آیا
یقیناً ایسے مشکل وقت میں تھا چاہیئے ایسا

جمالی شان کے ہتھیار سے آراستہ کر کے
نگاہوں میں، جگر میں، دل میں، نورِ ایزدی بھر کے

---

۱ مصلح موعود۔ جری اللہ   ۲ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبع حضرت مسیح موعود

فرشتوں کو دیا یہ حکم بس اِک بار پھر جاؤ
رفیق ایسا ہمارے رازداں کے واسطے ڈھونڈو

جو یکتائے زمانہ ہو رحیمی اور کریمی میں
جہاں بھر میں بدل نہ مِل سکے جس کا حلیمی ہیں

ہو دل معمور جس کا جذب و درد غمگساری سے
ہے اس کو کھیلنا سارے جہاں کی بیقراری سے

ہمارے دین پہ جو جان تک دنیا رَوا جانے
بُروں کا جو بھلا چاہے بُروں کو جو بھلا جانے

زمانے کے مصائب کو دعاؤ صبر سے جھیلے
فلک کی گردشوں کی یورشوں سے نازسے جھیلے

ہم اُس کو اپنی شفقت کا بھرا ساغر پلائیں گے
ہم اُس کو اس جہاں کے واسطے رحمت بنائیں گے

خدیجہؓ[1] کے مقدّس نام سے اسکو ضیا دیں گے
اُسے اس دَور کے سب مومنوں کی ماں بنا دیں گے

فرشتے سُن کے اس ارشاد کی تعمیل کو دوڑے
جھپک میں آنکھ کی دنیا سے خوش اَور شادماں لَوٹے

سروں کو خم کیا اور التجا کی ملجا و ماوٰی
ترے لطف و کرم سے مل گیا ہے وہ دُرِ یکتا

ہے جس کے حال پر تیرے کرم کی بارشِ پیہم
وہ تیری بہتریں تخلیق ہے 'نصرت جہاں بیگم'

---

[1] آپ کا الہامی نام بموجب الہام "اشکر نعمتی رأیت خدیجتی"
(براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸)

خُدا کو یہ چناؤ بھی فرشتوں کا پسند آیا
بنا کر "مومنوں کی ماں" جہاں میں اسکو پھر بھیجا

خدا اُس ماں کو ہم سب سے زیادہ زندگی بخشے
جہاں جس سے مزیّن ہے وہ اسکو ہر خوشی بخشے

کہ جس کے بطن سے محمودؓ سا گوہر ہوا پیدا
میرا ہادی ، میرا آقا ، میرا رہبر ہوا پیدا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ

میرا جواب

(ایک شاعر دوست کے جامِ شراب پیش کرنے پر)

مری نظر ستارہ گیر　　سکوں پسند و دلپذیر
جنوں نواز و غم شناس　　نیاز کیش و پُرسپاس
مَیں آشنا ہوں درد سے　　جہاں کے گرم و سرد سے
نشیب سے فراز سے　　ہر ایک سوز و ساز سے

زمیں کے دل کے راز سے
فلک کی ساز باز سے

سماں یہ خوشگوار سا　　یہ وقت پُر بہار سا
یہ شوخ شنگ محفلیں　　خرد شکار منزلیں
یہ نُور پاش مشعلیں　　حسیں کھنکتی چھاگلیں
یہ رنگ روپ یہ شباب　　یہ شوق کا حسین خواب
یہ حُسن اتنا بے نقاب　　یہ آنکھ اتنی بے حجاب

یہ وقت کے ہیں شعبدے
نہیں گر آج کل مٹے

سبُو میں سرخ سرخ سی ‏ خمار وکیف کی پری
غرور میں بھری بھری ‏ اگر نظر میں جچ گئی

تو سب متاعِ ہوش گم
یہ جوش گم ۔ خروش گم

تو فکرِ عاقبت مِٹا ‏ تو رُعب مغفرت گیا
خودی میں غرق ہوگیا ‏ سزا جزا کا غم اُڑا

فلک سے خاک پر گِرا
نحوُستوں کا ہو رہا

مُجھے ہے غم سے کھیلنا ‏ فلک کے وار جھیلنا
مِٹانا اس شعوُر کو ‏ خمار زا سرور کو
خدا کے نام پر ہنسی ‏ خدا کے خوف کی کمی
یہ اہتمام عارضی ‏ یہ شُعبدے ۔ ہما ہمی

یہ میری زد میں آئیں گے
یہ مجھ سے منہ کی کھائیں گے

اُٹھا شرابِ ناب اُٹھا ‏ یہ چنگ اور رباب اُٹھا
ہے ان کی لَے میں دہریت ‏ ہے اُن میں جذب شیطنت
یہ رنگ چھوڑ چھاڑ کر ‏ یہ جام توڑ تاڑ کر

یہ نقش سب بگاڑ کر　　　یہ میکدے اُجاڑ کر

نئی زمیں بناؤں گا

نیا جہاں بساؤں گا

کہ جس کی دیکھکر جھلک　　　ہمیشہ سر دُھنے فلک

جہاں مَلک بھی سر جھکائیں　　　ہمیشہ حوریں گیت گائیں

جہاں مِلے گی ہر گھڑی

حجازؔ کی کھنچی ہوئی

داستانِ غم

اعلان مصلح موعودؑ کے سلسلہ میں عظیم الشان جلسہ منعقدہ دہلی ۱۹۴۴ء

(بمقام جہانگیر پارک دہلی کی منظوم روئیداد، جس میں شاعر کو زخمی ہونے کی سعادت بھی نصیب ہوئی (مرتب)

ثاقب صاحب اس نظم کے بارے میں فرماتے ہیں :-

" میں ان دنوں سرکاری ملازم تھا ایک دن کی سٹیشن چھوڑنے کی رخصت لیکر دہلی گیا۔ جہاں حریفانِ احمدیت نے جلسہ گاہ پہ ہلّہ بول دیا۔ بالآخر قائد خدام الاحمدیہ میرزا ناصر احمد صاحب کے ارشاد پر خدام نے ان ہزاروں ہلّڑ بازوں کو پسپا کیا۔ وہ جب مستورات کی لاریوں پر حملہ آور ہوئے اس وقت بھی تصادم ہوا۔ پولیس دونوں طرف کے افراد کو تھانے لے گئی۔ ایک کی بجائے چار دن لگ گئے۔ میرے دوست چوہدری اسلام الدین تحصیلدار زیرہ ضلع فیروز پور نے اپنے ایک سکھ مجسٹریٹ کو تار دیا کہ وہ میرا پتہ کرے کہ کیا ہوا۔ جس پر دہلی سے زیرہ کو واپسی پر میں نے چوہدری اسلام الدین تحصیلدار زیرہ کو مخاطب کر کے یہ نظم کہی ـــ جو مجھے اس لئے بھی پسند ہے کہ حضرت امّاں جان یہ نظم سُننے کیلئے بطورِ خاص خدّام کے اجتماع میں تشریف لائیں اور مجھے دعاؤں سے نوازا۔ (مرتب)

لے سُن اسلامؔ دِلّی کے سفر کی داستانِ غم
بڑا پُر ہول تھا ہنگامۂ بے تاب کا عالم

اِن آنکھوں سے بڑے دلدوز منظر دیکھ آیا ہوں
حقیقت کے سمجھنے کو بڑا سامان لایا ہوں

سکوں یُوں روند ڈالا نونہالانِ تعصّب نے
مکدّر کی فضا یوں خوش خصالانِ تعصّب نے

ؔ چوہدری اسلام الدین تحصیلدار زیرہ

فلک پر وہ مقدّس[1] روح بھی گھبرا گئی ہوگی
وہ صورت چاند سی یہ دیکھکر شرما گئی ہوگی

تلاوت ہو رہی تھی بزم پر تھا وجد سا طاری
جبینیں خم تھیں اور آنکھوں سے اشکِ خوں تھے جاری

کلام اللہ سے دِل کی شقاوت دُھلتی جاتی تھی
محبّت بھرتی جاتی تھی کدورت دُھلتی جاتی تھی

کہ اسلام اور اسلامی وفا سے دُور احراری
ہے جن کی موجزن ہر ایک رگ میں خونِ غدّاری

یہ جن کی "خاکساری" سے تکبّر شرم سی کھائے
"اخوّت" دیکھ کر جن کی حیا پہلو بدل جائے

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح پُر فتوح

نظر گستاخ و بے دید اور زباں میں اوپری تیزی
چلن شاہد کہ سب ہیں ماہرینِ فتنہ انگیزی

بھرے اجلاس میں بے باک غرّاتے ہوئے آئے
جنون انگیز تیپتے راگ برساتے ہوئے آئے

معاً غوغا سا برپا ہوگیا بزمِ شرافت میں
عجب اک ہاتھا پائی چھڑ گئی کذب و صداقت میں

اسی پر بس نہیں یہ زخم خوردہ ذہنیت والے
یہاں سے ہو کے مستورات کے پنڈال پر جھپٹے

وہاں خدّام کو زخمی کیا ، ہاں اُن جوانوں کو
جو بے بس زخم کھا کر تک رہے تھے آسمانوں کو

جنہیں یہ حکم تھا بس زخم کھاؤ اور دعائیں دو
خوشی سے وار جھیلو مسکراؤ اور دعائیں دو

وہ بھوکے شیر دل میں سو سو پیچ و تاب کھاتے تھے
وفورِ غیظ سے چہروں پہ رنگ آتے تھے جاتے تھے

وہ تھے مجبور ورنہ یہ جوانانِ حسیں کیا تھے
شجاعت بھول کر بھٹکی نہیں جن کے قریں کیا تھے

یہ سارا دن اسی شور و شغب کے دَور میں گزرا
یہاں تک اُٹھ گیا ہر چیز سے خورشید کا پہرا

دریچے توڑ کر تنویر کے یوں شام در آئی
دھندلکا چھا گیا چاروں طرف ہر شکل گہنائی

دعاؤں پر ہوا اجلاس ختم اور یوں ہوا ارشاد
جواں جو مسکرا کر جھیلیں ہر اک قسم کی بیداد

وہ جاں پر کھیلنے کے واسطے میدان میں آئیں
حفاظت سے گھروں میں قوم کی ماؤں کو پہنچائیں

وہ بتلادیں ہمیں احمدؐ کے دیں پر مرنا آتا ہے
ہمیں ناموس کی اپنے حفاظت کرنا آتا ہے

یہ سُن کر بزمِ اِعدا میں معاً اک شور سا اٹھا
شجاعت کے دکھانے کا نیا اک داؤں یاد آیا

وہ جھپٹے عورتوں کی لاریوں پر شان و شوکت سے
بدل کر پینترے کرتب دکھلائے خوب طاقت کے

مگر ایمان والوں سے تصادم ہو نہیں سکتا
وہ آئے غیظ میں بپھرے ہوئے لیکن ہوئے پسپا

پچھاڑا سینکڑوں کو اس طرح اُن نوجوانوں نے
زمیں تو اک طرف دی داد سا توں آسمانوں نے

یہ منظر دیکھ کر دوڑی شجاعت مُنہ چھپانے کو
کہ اب مردانگی راس آ نہیں سکتی زمانے کو

اگر اسلام کہتے ہیں صداقت کے مٹانے کو
اگر اسلام کہتے ہیں نہتّوں کے ستانے کو

اگر اسلام یہ ہے مرد مستورات پر جھپٹیں
جواں کہلا کے ملک و قوم کی ناموس پر لپکیں

اگر اسلام قرآں سے تکدّر پیدا کرتا ہے
مناجاتِ محمدؐ سے تنفّر پیدا کرتا ہے

اگر اسلام یہ ہے حق سے دل کو ضِد سی ہو جائے
جہاں روشن فضائیں ہوں وہاں سے آنکھ کترائے

تو پھر اس مظہرِ خُلقِ برائے نام سے توبہ
مجھے یہ کُفر بہتر ہے، ترے اسلام سے توبہ

خدّام احمدیت سے

سنہ ۱۹۳۹ء تا سنہ ۱۹۴۲ء

ہمارا ترانہ

○

مسجودِ قدسیاں ہے اب آستاں ہمارا
مقبولِ دو جہاں ہے دارالاماں ہمارا

رُوحانیت کے شیدا انسانیت پہ قرباں
تبلیغِ احمدیت قومی نشاں ہمارا

سینچیں گے اس طرح کچھ خونِ جگر سے اسکو
جانِ بہار ہو گا یہ گُلستاں ہمارا

فضلِ عمرؓ ہمارے سالار و راہبر ہیں
پھر کامراں نہ کیونکر ہو کارواں ہمارا

تبلیغ زندگی کا مقصد ہے اس کی خاطر
کھیلے گا جان پر بھی ہر نوجواں ہمارا

کیوں پیاس لے کے جائیں غیروں کے میکدوں پر
دریا نوال ہے جب پیرِ مغاں ہمارا

ثاقبؔ یہ مجلسیں[1] اب پھولیں پھلیں گی ایسی
صدیوں تلک چھپے گا نام آسماں ہمارا

---

[1] مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ

ضرورت ہے

○

محبّت اور عقیدت کے ترانوں کی ضرورت ہے
سراپا درد ہوں۔ ایسے فسانوں کی ضرورت ہے

جوانوں کے رگ و ریشے میں خونیں بجلیاں بھر دیں
ہمیں اُن حشر پرور داستانوں کی ضرورت ہے

خدا کی راہ میں جو جان دینا آبرو جانیں
امامِ وقت کو ایسے جوانوں کی ضرورت ہے

ہو جن کی ہر نوا میں انگبیں سے بڑھ کے شیرینی
ہمیں ان صاف گو شیریں بیانوں کی ضرورت ہے

جو سینچیں خونِ دل سے گُلستانِ احمدیت کو
ہمیں اس وقت ایسے باغبانوں کی ضرورت ہے

حمیّت جن کا مسلک ہو اخوّت جن کا شیوہ ہو
خدا کے دین کو ان نوجوانوں کی ضرورت ہے

تمدّن کے علاوہ زُہد و تقویٰ میں بھی افضل ہوں
ہمیں اہلِ دُوَل کے اُن گھرانوں کی ضرورت ہے

دُعا میں جن کی ہوں ارض و سما کی قوّتیں ثاقبؔ
خدائے پاک کے اُن راز دانوں کی ضرورت ہے

ہم

زمانے کی جبیں سے غازۂ بدعت اُڑادیں گے
دِلوں پر مذہبِ اسلام کا سکّہ جمادیں گے

ہمارا کام ہے تبلیغِ دینِ احمدِ مُرسل
ہر اِک گمُراہ کو توحید کا ساغر پلادیں گے

کریں گے از سرِ نَو زندہ جذبِ عجز واُلفت کو
اخوّت کے ہر اک خوابیدہ نغمے کو جگادیں گے

بُنیں گی پھر دہکتی دھوپ میں قالین شمشیریں
سکت پھر بازوئے مسلم کی عالم کو دکھا دیں گے

قیامت تک نہ اُترے گا نشہ جس کا دماغوں سے
وہ اخلاق و مروّت کی زمانے کو پلا دیں گے

چٹانوں سے بھی ٹکرا جائیں گے وہ دل ہیں پہلو میں
ہماری راہ میں جو بھی ہوا حائل مٹا دیں گے

ہمارے دِل میں پنہاں کیمیائے احمدیت ہے
ہماری بات جس نے مان لی کُندن بنا دیں گے

ہمیں ہیں وہ جو کہلاتے ہیں محمودی جواں ثاقبؔ
وہ ہم ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ مُردوں کو جِلا دیں گے

اپنے آقا سے

مرے چمن پہ بھی چشم بہار ہو جائے
مجھے بھی دورِ فلک سازگار ہو جائے

بس اِک نگاہ، محبّت بھری، خلوص بھری
یہ اضطرار کبھی تو قرار ہو جائے

تجھے خدا نے دو عالم میں کامگار کیا
ادھر بھی اِک نگہِ کامگار ہو جائے

کچھ اس طرح سے جِلا دے مِری عقیدت کو
ہر ایک سانس مِرا پائیدار ہو جائے

کچھ ایسی جوشِ مروّت مِلا کے دے ساقی
ہر ایک جذبۂ دل ہوشیار ہو جائے

کبھی جو خدمتِ اسلام کا پیام مِلے
تو مَیں بھڑک اُٹھوں دل بیقرار ہو جائے

کچھ اس طرح سے ہوں ثاقبؔ نوازیاں آقا
ہر ایک شعر مِرا شاہکار ہو جائے

○

سُنائے جا

شجاعتوں کے حشر خیز زمزمے سنائے جا

(۱)

مسرّتوں کے قافلے تیرے انتظار میں
تڑپ رہی ہے تہنیت نگاہِ بے قرار میں
تو غفلتوں کے نقش لوحِ قلب سے مٹائے جا
شجاعتوں کے حشر خیز زمزمے سنائے جا

(۲)

وہ دیکھ تن گیا ہے رحمتِ خدا کا سائباں
تو ہمتیں جوان کر یہ کہہ رہا ہے آسماں
بلندیوں کی سمت چشمِ کارگر اٹھائے جا
شجاعتوں کے حشر خیز زمزمے سنائے جا

(۳)

ہ ہے جب زمانے بھر کے خفتہ کار جاگ اُٹھیں
بے عمل فقیہہ جھوٹے روزہ دار جاگ اُٹھیں
سحر ہوئی ہے نغمۂ حیات گا. جگائے جا
شجاعتوں کے حشر خیز زمزمے سنائے جا

(۴)

مر چکے ہیں ان کو پھر جلا یہ تیرا کام ہے
شرابِ معرفت کے خُم لُنڈھا یہ تیرا کام ہے
تو احمدی جواں ہے زندگی کے گیت گائے جا
شجاعتوں کے حشر خیز زمزمے سنائے جا

(۵)

دَور وہ ہے جس میں عام ہیں سیاہ کاریاں
شان عظمتوں کے ہیں فقط گناہگاریاں
تو اپنی بزم نورِ ایزدی سے جگمگائے جا
شجاعتوں کے حشر خیز زمزمے سنائے جا

(۶)

جو کلفتوں سے سینہ تان کر لڑے وہ مرد ہے
وہ مرد جس کے دل میں دینِ مصطفیٰؐ کا درد ہے

قدم قدم پہ غیرتوں کی دھونیاں رمائے جا
شجاعتوں کے حشر خیز زمزمے سنائے جا

(۷)

ہے تیرا کام بجلیوں کی تابشوں سے کھیلنا
مچل مچل کے دشمنوں کی سازشوں سے کھیلنا

یہ لغزشیں ترے لئے نہیں، قدم بڑھائے جا
شجاعتوں کے حشر خیز زمزمے سنائے جا

ساقیِ خمخانہ تحریکِ جدید سے

○

ساغرِ بادۂ عرفان پلا دے ساقی
میری سوئی ہوئی تقدیر جگا دے ساقی

فقط اِک جام جو اس ہوش کے عُقدے کھولے
فقط اِک جام جو دیوانہ بنا دے ساقی

مُجھ سے غم دیدہ پہ ہو جائے وہ چشمِ الطاف
جگمگا اُٹھیں مرے سارے ارادے ساقی

زمزمۂ نور سے یوں چھیڑ ربابِ ہستی
قلبِ بیتاب کا ہر ذرّہ دعا دے ساقی

تجھ سے اقوامِ زمانہ کی ہے برکت منسوب
میری بگڑی ہوئی قسمت بھی بنا دے ساقی

تجھ کو مولیٰ نے کیا عطرِ رضا سے ممسوح
یہ مہک گلشنِ عالم میں بسا دے ساقی

تُو نے جاری کیا خمخانۂ تحریکِ جدید
اس سے بڑھ کر تجھے توفیق خدا دے ساقی

اپنے ثاقبؔ کو جو احساس کی دولت بخشی
تجھ کو اس لطف کی اللہ جزا دے ساقی

رازِ و نیاز

○

مجھے یہ دردِ سکوں ساز کیا دیا تُو نے
جہانِ عشق میں رتبہ بڑھا دیا تُو نے

یہ کیسا نغمۂ رنگیں سنا دیا تُو نے
مرے جنوں کو پھر گدگدا دیا تُو نے

تو ظلمات میں گم ہو رہے تھے قلب و نظر
چراغِ راہِ ہدایت دکھا دیا تُو نے

اُٹھا جو پرچمِ اسلام ہاتھ میں لے کر
جہانِ کفر کو نیچا دکھا دیا تُو نے

ادائے شکر کے قابل زبان بھی ہو عطا
اگر بے درد جہاں سے سوا دیا تُو نے

پلا کے جامِ مئے عشقِ مہدئ موعود
جگر میں عشقِ محمدؐ بسا دیا تُو نے

دلوں کو عشقِ الٰہی سے کر دیا لبریز
خدا کے خاص مقرب بنا دیا تُو نے

مَیں تجھ سے مِل کے ہوا اپنے آپ سے محجوب
یہ کیا حجاب نظر سے اُٹھا دیا تُو نے

اُجاڑ ہونے کو تھا یہ ہرا بھرا گلزار
نئی بہار کا مژدہ سُنا دیا تُو نے

جوان بن گئے حِلم اور عجز کے پیکر
عجیب رنگ دِلوں پر چڑھا دیا تُو نے

نگاہ ڈال کے لطف و کرم کی ثاقبؔ پر
خزف کو لعلِ بدخشاں بنا دیا تُو نے

........وہ تیز گام ہو جائے

○

نظر شرابِ محبّت کا جام ہو جائے
ملے جو تم سے تمہارا غلام ہو جائے

طبیعتوں میں وہ عجز و نیاز ہو پیدا
جہان بھر میں مُسلماں کا نام ہو جائے

نگاہ سُرمۂ تقویٰ سے ہو ضیاء اندوز
جبیں رہینِ سجُود و سلام ہو جائے

طلوعِ حِس کا عزائم کو سُست کر ڈالے
وہ صُبح ۔ صُبح سے پہلے ہی شام ہو جائے

تمہارا شیوہ ہو اکلِ حلال و صدقِ مقال
کہ تُم پہ نارِ جہنّم حرام ہو جائے

کچھ اس طرح کرو تبلیغ احمدیت کی
ہر ایک سانس اُسی کا پیام ہو جائے

سُنو! کہ وقت کی آنکھیں بدلتی رہتی ہیں
جو سُست گام ہے وہ تیز گام ہو جائے

جہان بھر کی فتوحات ہیچ ہیں ثاقبؔ
بڑا جہاد ہے گر نفس رام ہو جائے

سکون و قرار کیا معنی؟

تیرے چمن میں نہ آئے بہار کیا معنی؟
مسرّتیں نہ ہو تجھ پر نثار، کیا معنی؟

ہیں تیرے قافلہ سالار حضرتِ محمودؓ
تو ہر قدم پہ نہ ہو کامگار کیا معنی؟

جو چھیڑ دے کبھی رُودادِ مہدیؑ موعود
تو ساری بزم نہ ہو اشکبار کیا معنی؟

جوان ہے تُو نگاہیں مِلا ستاروں سے
یہ آہ و نالہ سرِ رہگذار کیا معنی؟

تُو احمدی ہے۔ تیرا مقصدِ حیات بلند
تجھے یہ دورِ فلک سازگار کیا معنی؟

پلٹ کے رکھ دے بساطِ نظامِ بدعت کو
تجھے خزاں پہ فریبِ بہار کیا معنی؟

یہ چاہتا ہے کہ تُو ننگِ قوم کہلائے
وگرنہ تجھ سے عدُو ہمکنار کیا معنی؟

جو سُست ہیں تیرے ہمعصر و ہم نوا ثاقبؔ
تیرے جگر کو سکون و قرار کیا معنی؟

دوست! اہتمام نہ کر

○

تُو دل کو وقفِ خیالِ شراب و جام نہ کر
نہ کر عزیب کو اس آگ کا غلام نہ کر

یہ تیرے دین کی جولانیوں میں حائل ہیں
تُو اِن نشے کی ترنگوں کا احترام نہ کر

خلوصِ نیّت و حسنِ عمل ہیں وجہِ نجات
خدا کے کام کو ہرگز برائے نام نہ کر

وہ بات مُنہ پہ نہ لا جس میں کسل و کُلفت ہو
ہو جس میں نخوت و نفرت کبھی کلام نہ کر

مَیں خوش ہوں مجھ کو ملی ہے گدائیِ محمودؔ
کچھ اور میرے لئے دوست! اہتمام نہ کر

اُٹھ اور اُٹھ کے بپا کر دے اِک تلاطم سا
خُدا کے دین کی خدمت میں صبح و شام نہ کر

یہ تیری تیغ مقدّر ہے دین کی خاطر
برائے نفس کبھی اس کو بے نیام نہ کر

مِٹے بغیر درِ یار تک رسائی ہو
یہ بات جھوٹ ہے ثاقبؔ خیالِ خام نہ کر

دُعا منظور ہو جائے

○

شرابِ احمدیت سے نظر مخمور ہو جائے
ہر اِک آواز رشکِ نعرۂ منصور ہو جائے

نگاہوں میں بسے کچھ اس طرح شانِ گدایانہ
شکوہِ خسروی شانِ شہی مستور ہو جائے

نظر آئے زمانے کی جبیں پر دین کا غازہ
یہ رنگِ کُفر و بدعت یک قلم کافور ہو جائے

تم اپنے جذبِ رُوحانی کو اس منزل پہ پہنچا دو
کہ جو اللہ سے مانگو دُعا منظور ہو جائے

تکلّم میں شرافت ہو تبسّم میں حیا داری
مُبادا دل کا شہزادہ کبھی مغرور ہو جائے

جو آئینہ کہ بے دینی کی آرائش کا ساماں ہے
وہ تبلیغِ مسلسل اور دُعا سے چُور ہو جائے

لُنڈھاؤ خُم کے خُم میخانۂ محمودؔ سے پیہم
کہ دورِ آسماں بھی اس نشہ میں چُور ہو جائے

جو وہ محمودؔ ہے شانِ ایازؔی اس کو دکھلاؤ
محبّت اور عقیدت سے فضا معمور ہو جائے

کرو اس جوش سے تبلیغ کی تلقین اے ثاقبؔ
کہ ہر دمساز اس اقدام پر مجبور ہو جائے

آتش بڑھادی

○

زمانے کی خوابیدہ قسمت جگا دی
نئی اِک محبّت کی بستی بسا دی

غزل اس طرح احمدیت کی گا دی
فلک جھُوم اُٹھّا۔ زمیں مُسکرا دی

دِکھاوے کا زُہد اور وہ ظاہر کا تقویٰ
ہر اِک چیز عہدِ کہن کی مِٹا دی

جواؤں کو اخلاص کی لَو لگا کر
جوانی کی لاریب قیمت بڑھا دی

پِلائی وہ جذبِ اخوّت مِلا کر
میرے دل کے ذرّوں نے بڑھکر دُعا دی

یہ ربوہ - یہ وارفتگانِ محبّت
تیرے عزم کی کر رہے ہیں مُنادی

دکھائی کچھ اس طرح شانِ محمدؐ
زمانے کی ہر شے نظر سے گرا دی

جوانوں کو خُدّام کا نام دے کر
خدا سے محبّت کی آتش بڑھادی

یہ ثاقبؔ رہینِ خودی ہو چلا تھا
اسے خدمتِ دین کی لَو لگادی

○

میرا سلام لے جا

○

محبوبِ دلستاں تک	یکتائے دو جہاں تک
موعود کے نشاں تک	محمودِ قادیاں تک

لے اِک پیام لے جا
میرا سلام لے جا

علم و ادب کی جا ہے	محتاط ہو کے جانا
وہ بارگہ ہے عالی ○ واں لغزشیں نہ کھانا
واں لغزشیں نہ کھانا	قلب و نظر بچھانا

میرا سلام لے جا

یُوں عرضِ حال کرنا	عالم کو وجد آئے
وہ طرز ہو بیاں کی	جبریل رشک کھائے
جبریل رشک کھائے	ہنستوں کو بھی رُلائے

میرا سلام لے جا

میرا پیام کیا ہے　　کچھ دکھ بھری دعائیں
روندی ہوئی غموں کی　　معدوم سی صدائیں
معدوم سی صدائیں　　موہوم سی نوائیں

میرا سلام لے جا

واں عقل کھیلتی ہے　　یاں جہل کی دما دم
واں نور کی خدائی　　یاں ظلمتوں کے پرچم
یاں ظلمتوں کے پرچم　　ہاں معصیت مجسّم

میرا سلام لے جا

وہ رہبر مکمل　　میں ننگِ قوم و ملّت
وہ دین کا خلیفہ　　ذیِ شان و ذی وجاہت

میرا سلام لے جا

میری بساط کیا ہے　　اور کس قدر جسارت
آرام بھی مگر دے　　یہ جذبۂ محبّت
یہ جذبۂ محبّت　　یہ جوششِ عقیدت

میرا سلام لے جا

فضلِ عمرؔ سے کہنا ثاقبؔ ملول سا ہے
یہ وقت کا تقاضا اب دل کو کھا رہا ہے
اب دل کو کھا رہا ہے راحت مٹا رہا ہے

میرا سلام لے جا

اُس پہ بھی چشمِ اُلفت از راہِ لُطف و رحمت
مدّت سے کر رہا ہے تقدیر کی شکایت
تقدیر کی شکایت اُمّید کی ندامت

میرا سلام لے جا

تیرے خدائے برتر سب رنج و غم مٹا دے
لُطف و کرم سے اپنے بگڑی ہوئی بنا دے
بگڑی ہوئی بنا دے گوہر مُراد کا دے

اِتنا پیام لے جا
میرا سلام لے جا

○

خوش خبری

○

خزاں دیدہ گلستانوں پہ دورِ کامیاب آیا
زمیں والوں کی دیرینہ دعاؤں کا جواب آیا

محمدؐ کے خُدا کے دیں کی نورانی قبا پہنے
ہمارے مَیکدے میں آج ساقی بے حجاب آیا

نہ کیوں مژدہ کہوں فرقت گزیدہ آرزوؤں سے
کہ ساقی خود سنبھالے ہاتھ میں جامِ شراب آیا

عطا کی زندگی مُردہ دِلوں کو دیں کو تابانی
لباسِ میرزاؑ میں اُس کا لُطفِ بے حساب آیا

عدُو بھی لوہا مانے تیغِ برّان محمدؐ کا
ضلالت کی مجالس میں کچھ ایسا انقلاب آیا

بُجھا دو جہل کی دن رات جلنے والی شمعوں کو
کہ اب محفل کی تابانی بڑھانے آفتاب آیا

صدائے حقّ و ہُو صبح و مسا سے ہے بھر مساجد میں
لو دینِ مصطفےٰؐ کے ذرّے ذرّے پر شباب آیا

لہ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی

جری اللہ نے اُس کو پچھاڑا دیں کے آئیں سے
کبھی جو زُہد کے بل پر کوئی خانہ خراب آیا

میں اُن سے کر رہا ہوں اکتسابِ زندگی ثاقبؔ
ہر اِک ناکام راں جا کر جہاں سے کامیاب آیا

○

مسلمانوں کو پھر بیدار کردو

وہ دیں کی شان و شوکت مٹ چکی ہے　　دلوں سے اب وہ ہیبت مِٹ چکی ہے

نگاہوں کو وہی منظر دِکھا کر　　ذرا پھر دَورِ خوش آثار کر دو

مسلمانوں کو پھر بیدار کر دو

ذرا چھیڑو وہ تبلیغی ترانے　　وُہی اسلام کے زرّیں فسانے

گزشتہ داستانیں پھر سُنا کر　　جو کاہل ہَیں انہیں ہشیار کر دو

مسلمانوں کو پھر بیدار کر دو

نقوشِ کُفر و دہریت مِٹا دو　　در و دیوار بدعت کے ہلا دو

شرابِ معرفت کے خُم لُنڈھا کر　　جہاں کو بے خود و سرشار کر دو

مسلمانوں کو پھر بیدار کر دو

گھٹا پھر چھا گئی جور و جفا کی　　دِلوں میں تو نہیں یادِ خدا کی

انہیں آئینِ اسلامی سِکھا کر　　اخوّت کے علمبردار کر دو

مسلمانوں کو پھر بیدار کر دو

لو جانبازی کی ساعت آگئی ہے وطن پر پھر ہلاکت چھا گئی ہے
ترانے پھر شرارہ بار گا کر رُباب و چنگ سب بیکار کر دو
مسلمانوں کو پھر بیدار کر دو

جواں ہو احمدیت کے جواں ہو شجاعت کی زمیں کے آسماں ہو
خُدا کی نَو سے گُل بُوٹے اُگا کر جہاں کو رشکِ صد گلزار کر دو
مسلمانوں کو پھر بیدار کر دو

○

نہ مے رہے نہ رہے خُم نہ یہ سُبو باقی

کہیں نہ خدمتِ اسلام کی ہے خُو باقی
نہ مسجدوں میں ہے وہ شورِ حقّ و ہو باقی

وہ لا اللہ کے نعرے وہ جوشِ عشقِ رسُول
جہان میں ہے فقط انکی گفتگو باقی

سِتم تو یہ ہے کہ خود مالیوں نے لُوٹ لیا
چمن رہا نہ رہے گُل ہی اور نہ بُو باقی

تُجھے خدا نے زمانے میں انتخاب کیا
کہ تیرے دم سے رہے دیں کی آبرو باقی

پلٹ کے رکھ دے مجازی بساطِ عشرت کو
نہ مَے رہے نہ رہے خُم نہ یہ سبُو باقی

غرض کہ جان بھی نِکلے تو خدمت دیں میں
رہے نہ قلب میں کچھ اور آرزو باقی

مِری دُعا ہے کہ جب سب بھی راہ پر آجائیں
تِری نظر میں رہے پھر بھی جستجو باقی

رہا جو بات پہ ثاقبؔ کی تو عمل پیرا
تو پھر رہے گا زمانے میں ایک تُو باقی

جہاں تجھ سے تخاطب کو بیقرار رہے

○

نظر میں بادۂ اسلام کا خمار رہے
جبیں حقائقِ ایماں سے تابدار رہے

ترا ہر ایک ارادہ جہاں سے افضل ہو
ہر ایک بات زمانے میں شاہکار رہے

وہ بات بات میں شیرینیاں ہوں نورانی
جہان تجھ سے تخاطب کو بے قرار رہے

ہیں اُسکے ہاتھ میں تہذیبِ نَو کے دام بہت
نفس نفس ترا دشمن سے ہوشیار رہے

نظر کو، دل کو، جگر کو وہ خوب تاکے گا
تجھے ہر ایک پہ ہر طرح اختیار رہے

ہر ایک لفظ سے آتی ہو بُوئے خود داری
کچھ اس طرح کا تکلّم میں انکسار رہے

جو تُو چلے کبھی اسلام کے اصولوں پر
بھلا یہ دورِ زمانہ نہ سازگار رہے

جو سُست آئیں نظر احمدی جواں ثاقبؔ
تو میرے دل کو بھلا کس طرح قرار رہے

تِرا عشق کامگار نہیں

عدُو سے بھی جو مروّت تِرا شعار نہیں
تُو جان لے کہ تِرا عشق کامگار نہیں

وہ آنکھ ہے اُلفت میں اشکبار جو ہو
وہ دِل نہیں جو محبّت سے بے قرار نہیں

جو لاکھ غم ہوں تو اتنا سکون کیا معنی
ہے سچ تو یہ تو غمِ قوم سے فگار نہیں

وہ تُندو تیز جو موعودؑ نے پلائی تھی
تِرے دماغ میں اُس کا کوئی خمار نہیں

بہار بن کے اُٹھ اور تازگی کی بارش کر
چمن کے پھولوں پہ پہلا سا اب نکھار نہیں

قدم بڑھا کہ یہ لغزش تجھے نہیں زیبا
ابھی مقام ہیں اتنے کہ کچھ شمار نہیں

گزارے کتنے برس کھیل کُود میں ثاقبؔ
تُو اب بھی اپنے تساہل پہ شرمسار نہیں

نئی دنیا

زمانے کا مرکز ہے لا مذہبیّت
کدورت کے چُنگل میں آئی محبت
ہر اک آنکھ میں کھیلتی ہے شرارت

تم اس حُسنِ مغرب کا جوبن اُڑا دو
نئی اِک محبّت کی دنیا بَسا دو

وہ موعود وقتِ معیّن پہ آیا
پلٹ دی توہّم کی آتے ہی کایا
یہ سب فیض ہم نے اُسی دَر سے پایا

غزل معرفت کی جہاں کو سُنا دو
نئی اِک محبّت کی دنیا بَسا دو

یہ مُلّا یہ بُغض و کدورت کے مارے
یہ نفسوں کی جنّت کے رنگیں منارے
تو ہم پرستوں کے اوچھے سہارے

انہیں بھی تو آئینِ مذہب سکھا دو
نئی اِک محبّت کی دنیا بسا دو

پھر اسلام کی پڑ گئی نبض مدہم
نگوں ہو گئے سب تقدّس کے پرچم
مسلماں کیا ہے ؟ یہود مجسّم

اُٹھو اس کی بگڑی ہوئی کو بنا دو
نئی اِک محبّت کی دنیا بسا دو

تمہیں احمدیت سا جوہر ملا ہے
زمانے سے روشن مقدّر ملا ہے
جہاں بھر کا لاثانی گوہر ملا ہے

ہر اِک بزم اس نور سے جگمگا دو
نئی اِک محبّت کی دنیا بسا دو

وہی ہاں وہی نور افشاں تکلّم
حیاداریوں کا سراپا تبسّم
برستا تھا جس سے حجازی ترنّم

وہ اُلفت کے خوابیدہ نغمے جگا دو
نئی اِک محبّت کی دنیا بسا دو

سُنو گالیاں دیں کی باتیں سنا کر
دُعا نیک ہو لب پہ دشنام پا کر
عدُو کے ہر اِک وار پر مسکرا کر

تم اس کے نشیمن پہ بجلی گرا دو
نئی اِک محبّت کی دنیا بسا دو

محبّت بن کے چھا جا

اُڑا بُغض و کدورت کا تمدّن
مِٹا مغرب کا بودہ شعبدہ پن

یہ بے دیں محفلیں ویران کر دے
تُو دیں کی مشکلیں آسان کر دے

تو یہ رعنائیاں یکسر مٹا جا
زمانے پر محبّت بن کے چھا جا

لو پھر ہونے لگی آتش فشانی
مگر دنیا نے کچھ قیمت نہ مانی

بہاروں پر خزاں ہے کار فرما
مسلماں ہو رہا ہے غرقِ دنیا

اِسے کچھ ہوش کی باتیں بتا جا
زمانے پر محبّت بن کے چھا جا

تجھے ہے حکم تسلیم و رضا کا
جفا خو سے بھی پیمانِ وفا کا

ہے تیرا کام تبلیغِ ہدایت
عدو سے بھی سلوکِ مہر و اُلفت

نئی اخلاص کی بستی بسا جا
زمانے پر محبّت بن کے چھا جا

لے پھر دشمن لگا گمراہ کرنے
بھلے چنگے دِلوں میں گند بھرنے

تو اُٹھ اور اُٹھ کے بنیادِ جہاں رکھ
نئی طرحِ زمین و آسماں رکھ

قیامت بن - یہ ہنگامے مِٹا جا
زمانے پر محبت بن کے چھا جا

تِری منزل ستاروں سے بھی بالا
تِرا مقصود دُنیا سے نرالا

تیرے گھر احمدیت کا اجالا
تجھے اسلام نے نازوں سے پالا

تمیزِ پستی و رفعت مِٹا جا
زمانے پر محبّت بن کے چھا جا

○

تبلیغی غزل

○

عشق جچتا نہیں اس طرح فسُردہ ہوکر
زندگی بنتی ہے اُلفت میں کسی کا ہوکر

جاگ کم مائیگیٔ دین بڑھی جاتی ہے
اُٹھ اور عالم پہ برس بارشِ تقویٰ ہوکر

تیری منزل ہے پرے حدِّ تخیّل سے بھی دُور
تُو ستاروں سے اُلجھتا ہے ثریّا ہوکر

دیکھ موعودؑ کے وعدوں کی گھڑی آ پہنچی
وقت کا رہ گیا کیا آج تقاضا ہو کر

کم سوادوں کے ارادوں سے نہ ڈر حشر ہے تو
اُٹھ کے ہنگامے مٹا دَہر میں برپا ہو کر

دین کو دُنیا پہ کرنے کو مقدّم اُٹھا
اَور بیٹھا ہے یوں مایوس و نکمّا ہو کر

جس کو خوش بختی سے ثاقبؔ ملے قائد محمودؔ
چاہیئے اُس کو چمکنا یدِ بیضا ہو کر

○

دیںؑ کا سپاہی

○

مئے عشق آنکھوں سے برسا رہا ہے
محبّت کے جذبوں کو گرما رہا ہے
تنفّس میں ہے جرأتوں کا تلاطم
چٹّان کا جگر کاٹتا جا رہا ہے

وہ دیں کا سپاہی چلا جا رہا ہے

غمِ دینِ احمدؐ سے پہلو سجائے
ستاروں کی آنکھوں سے آنکھیں ملائے
حجازی لہو پھر سے کھولن میں آئے
چلا جا رہا ہے وہ قرآں اٹھائے

وہ دیں کا سپاہی چلا جا رہا ہے

ؑ ایک داعی الی اللہ کی بیرونِ ملک روانگی پر۔

یہ دیں کیلئے جان قرباں کرے گا
یہ شمعِ حقیقت فروزاں کرے گا
کبھی احمدیت پہ گر وقت آیا
شہادت کے پھولوں کی افشاں کرے گا

وہ دیں کا سپاہی چلا جا رہا ہے

نگاہوں سے نورانیت ہے ہُویدا
جبیں سے شہادت کا ہر راز افشا
ہر اِک گام پر ایک طوفان برپا
زمانے میں ڈھونڈو جو مِل جائے ایسا

وہ دیں کا سپاہی چلا جا رہا ہے

یہ احمدؐ کا خادم یہ اسلام کا دل
یہ خُلق و مُروّت کا مہتاب کامل
ہیں ساتھ اسکے محمودؔ کی وہ دُعائیں
جہاں بھر کا انعام ہے جن کا حاصل

وہ دیں کا سپاہی چلا جا رہا ہے

حریفانِ خود سر سے جم کر لڑے گا
یہ ہر گام پر دشمنوں سے اَڑے گا
دکھائے گا اسلام کے وہ کرشمے
کہ ہر دینِ باطل کو جھکنا پڑے گا

وہ دیں کا سپاہی چلا جا رہا ہے

○